ڈاکٹر عبدالوہاب عزام

حضرت عمرؓ بیت المقدس میں

یہ ۱۶ھ ہجری ہے۔ اسلامی عساکر شام عراق اور فارس تک پھیل چکے ہیں۔ فلسطین کے سوا شام کے تمام صوبے اطاعت قبول کر چکے ہیں۔ ابوعبیدہ بن جراحؓ بیت المقدس کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کی بہادری انصاف اور وفائے عہد کا گھر گھر چرچا ہو رہا ہے۔

بیت المقدس کے لوگ بھی دوسرے علاقوں کی طرح اسلامی عہد حمایت و عدل کے سایہ میں داخل ہونے کا عزم کر چکے ہیں۔ مگر شرط یہ پیش کرتے ہیں کہ معاہدۂ صلح سپہ سالار سے نہیں بلکہ خود عمر فاروقؓ سے طے کرینگے۔ کون عمرؓ۔ وہی عمرؓ جن کی سیرت کی دھوم ہے، جن کے عدل و انصاف سے دنیا مطمئن ہے۔ ساکنانِ قبلہ اول اسی عمرؓ کے دیدار کے متمنی ہیں۔

حضرت عمرؓ مدینہ سے روانہ ہو رہے ہیں۔ اصحاب رسولؐ کی ایک بڑی جماعت آپ کو خدا حافظ کہہ رہی ہے۔ رفیقِ سفر آپ کے خادم اور غلام اسلم ہیں۔ آپ شام کو تشریف لے جا رہے ہیں اور اس سفر کا مقصد یہ ہے کہ آپ ان علاقوں میں مسلمانوں کے حالات کا بچشم خود معائنہ فرمائیں اور اہلِ فلسطین سے عہد نامۂ صلح کی تکمیل کریں۔

چلتے چلتے آپ ایلیہ کے قریب پہنچ گئے۔ ایلیہ کے باشندے امیر المومنین کے شاہانہ جلوس کے لئے چشم براہ ہیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ فاروق اعظمؓ کے جلوس میں حشم و خدم اور تزک و احتشام کے خیرہ کن مناظر ہوں گے۔ دس سال قبل ہرقل بیت المقدس میں فاتحانہ طمطراق سے داخل ہُوا تھا اور ابھی تک اس کا سماں لوگوں کی نظروں میں سمایا ہُوا تھا۔ ان کو یقین تھا کہ عمرؓ کی آمد ہرقل کی شاہانہ آمد سے کم نہ ہوگی۔

ایلیہ کے نزدیک پہنچ کر حضرت عمرؓ شاہراہ سے قدرے ہٹ گئے۔ غلام آپ کے ساتھ۔ آپ اپنے اونٹ سے اُترے۔ کچھ دیر چہل قدمی فرمائی۔ پھر واپس آکر غلام کے اونٹ پر سوار ہوگئے اور اپنا اونٹ غلام کو دیدیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمرؓ اس موقع پر اپنے نفس سے غافل رہنا نہیں چاہتے تھے۔ مبادا خصوصی سواری دل میں عجب و تبختر پیدا کر دے۔ نفس کو یہ تنبیہ ضروری سمجھی کہ خلیفۃ الاسلام عمرؓ اور اس کا خادم مرتبہ میں مساوی ہیں۔

استقبالیہ وفد سامنے آیا۔ آپ سے پوچھا "امیر المومنین کہاں ہیں" آپ نے فرمایا تمہارے سامنے"۔ مطلب یہ تھا کہ وہ خود ہیں لیکن وہ لوگ کچھ اور سمجھے اس لئے آپ کو چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔

آپ ایلہ میں داخل ہو کر اونٹ سے اُترے۔ استقبال کرنے والوں کو خبر ملی کہ امیر المومنین ایلہ میں پہنچ گئے ہیں تب وہ لوگ واپس آئے۔ یہاں مخلوق پروانہ وار جمع تھی۔ وسط میں ایک بھاری بھرکم شخص ہے۔ سر کی چندیا صاف چمکدار رنگت سرخ، مونچھیں بڑی بڑی، سرخی مائل رخسار، ستواں ناک، وقار مجسم، پیکر تواضع، حمایتِ حق میں سخت، کمزوروں کے لئے نرم، بادشاہ بصورت فقیر، والی قوم بشکل گلہ بان۔ آج آنکھیں ایسے انسان کو دیکھ رہی تھیں جس میں انسانیت پوری حقیقتوں کے ساتھ جلوہ آرا تھی اور جس کی عظمت شاہانہ خرافات سے مبرّا تھی۔

استقفوں اور راہبوں کا مجمع ہے۔ سامنے کون ہے؟ وہ جس کی مٹھی میں اس وقت ساری دنیا ہے لیکن دل بے نیاز دنیا اس کے قبضے میں ہے، اس پر حکمران نہیں۔ اس کی خادم ہے، مخدوم نہیں۔ کنج عبادت میں بیٹھ کر زہد اختیار کرنا بڑی بات نہیں۔ بات تو جب ہے کہ دنیا تمہاری قدم بوس ہو اور تمہارا زہد برقرار رہے۔

کچھ دیر آرام کرنے کے بعد فاروق اعظمؓ نے اپنا گاڑھے کا کرتا اُتارا جس کا پچھلا دامن کثرت استعمال سے پھٹ گیا تھا اور ایک پادری کو دیا کہ دھو کر اور پیوند لگا کر لاؤ۔ پادری نے کرتے کو دھویا، پیوند لگایا اور اس کے ساتھ ایک اور کرتا سی کر خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے پوچھا "یہ کیا ہے؟" اس نے عرض کیا "حضور یہ تو آپ کا کرتا ہے جس کو میں نے حسب ارشاد دھو کر پیوند لگا دیا ہے اور یہ دوسرا میری جانب سے نذر ہے" حضرت عمرؓ نے اس کو دیکھا اس پر ہاتھ پھیرا پھر اپنا کرتا لے کر پہن لیا اور دوسرا واپس کر دیا اور فرمایا کہ "یہ بہتر ہے کیونکہ اس میں پسینہ اچھی طرح جذب ہوتا ہے۔"

(۲)

ایلہ سے روانہ ہو کر امیر المومنین جابیہ پہنچے۔ جابیہ شام کے وسط میں واقع ہے۔ اس پر ہرقل کا تسلط تھا۔ یہاں بھی آپ کا داخلہ اسی سادگی سے ہوا جس طرح ایلہ میں ہوا تھا۔ ایک خاکستری رنگ کے اونٹ پر سوار ہیں۔ دونوں پاؤں بلا رکاب اِدھر اُدھر لٹکے ہوئے ہیں۔ ایک انجانی کمبل نیچے بچھا ہے۔ یہ کمبل سواری کے وقت زین کا کام دیتا ہے اور اُترتے ہیں تو اس کو بچھونا بناتے ہیں۔ ایک تھیلی ہے جو سفر میں سامان بھرنے کے کام آتی ہے اور حضر میں کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا تکیہ بن جاتی ہے۔ جسم پر وہی گاڑھے کا کرتا ہے۔

چند یہودی حاضر خدمت ہوئے۔ یہودیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ خدا اُن کی مدد کے لئے عربوں کو بھیجے گا۔ وہ ہمیشہ یہ دعا کرتے تھے کہ خداوند تعالیٰ ان کی تکالیف کا خاتمہ کر دے اور مسلمانوں کے ذریعہ سے اُنھیں رومیوں کے استبداد سے نجات عطا فرمائے۔ ایک یہودی نے عرض کیا "السلام علیک یا فاروق! آپ ہی صاحب ایلیا ہیں۔ خدا کی قسم جب تک ایلیا فتح نہ ہوگا آپ واپس نہ ہوں گے۔"

بیت المقدس کا وفد مصالحت کی غرض سے جابیہ میں حاضر ہوا۔ حضرت عمرؓ نے عہد نامۂ صلح لکھایا۔ خالد بن ولیدؓ عمرو بن العاصؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور معاویہ بن ابی سفیانؓ نے اس پر شہادت کے دستخط ثبت کئے۔ اس صلحنامہ

کی رو سے اہلِ بیت المقدس کو جان و مال کی امان دی گئی اُن کے کلیسا اور صلیبیں محفوظ قرار پائیں۔ نیز یہ کہ کسی فرد کو تبدیلِ مذہب پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ اور نہ کسی کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا۔

امیر المومنین بیت المقدس کو روانہ ہوتے ہیں آپ کے گھوڑے کے سم زخمی ہو گئے تھے، اس لئے آپ کی خدمت میں سواری کے لئے برذون یعنی ایک ترکی گھوڑا پیش کیا گیا۔ آپ اس پر سوار ہوئے۔ برذون تیز رفتاری سے ٹھمکتا ہؤا چلا آپ کو اس چال میں تبختر محسوس ہؤا۔ فوراً اُتر پڑے اور اس کے مُنہ پر تھپک کر فرمایا کم بخت یہ اکڑ کی چال تجھے کس نے سکھائی ہے۔

(۳)

حضرت عمرؓ بیت المقدس میں داخل ہو رہے ہیں، مگر کس شان سے؟ بخت نصر کی طرح تباہی و بربادی کے جلو میں نہیں۔ رومیوں کی طرح عوام کو کچلتے ہوئے نہیں۔ اور نہ ہرقل کی طرح جو دس سال قبل ایرانیوں کو شام میں شکست دے کر بیت المقدس میں شاہانہ کر و فر سے اکڑتا ہؤا داخل ہؤا تھا۔ بلکہ لواء توحید بلند کئے ہوئے عدل و مساوات کا عملی نمونہ بنے ہوئے، رحم و کرم کی بارش برساتے ہوئے۔

شہر میں داخل ہونے کے بعد آپ رات کو مسجد میں تشریف لے گئے۔ محراب داؤدؑ کے پاس پہنچے۔ وہاں نماز پڑھی کچھ دیر کے بعد صبح صادق طلوع ہو گئی۔ اور پہلی بار اس مقدس شہر میں اذان کی آواز گونجی۔ یہ حق کی آواز تھی جو شکست خوردہ باطل کا تعاقب کر رہی تھی۔ کفر کی ظلمت مٹ رہی تھی۔ حق و صداقت کا آفتاب ضیا پاش ہو رہا تھا۔ اللہ کی طرف سے گواہی دی جا رہی تھی کہ بیت المقدس اور ساکنین بیت المقدس کے لئے خیر و سلامتی اور عزت و عظمت کے دروازے کھول دئے گئے ہیں۔

نماز فجر ادا کی گئی۔ حضرت عمرؓ نے پہلی رکعت میں سورہ ص تلاوت فرمائی اور جب یہ آیت سجدہ پڑھی:

وظن داؤد انما فتنّاہ فاستغفر ربہ وخرّ راکعًا واناب ۔ داؤدؑ نے گمان کیا کہ ہم نے اس کی آزمائش کی ہے اس نے اپنے رب سے استغفار کیا۔ رکوع میں جھک گیا۔

تو آپ نے سجدہ تلاوت کیا۔ دوسری رکعت میں سورۂ اسریٰ کی ابتدائی آیات اور سورۂ بنی اسرائیل کی وہ آیات پڑھیں جن میں اُن مصائب کا ذکر ہے جو بنی اسرائیل کو اہل بابل کے ہاتھوں جھیلنی پڑی تھیں۔

نماز سے فارغ ہو کر حضرت عمرؓ کوڑے کے اس انبار کی طرف گئے جو بیت المقدس کی ویرانی کے بعد اس پر مسلسل پھینکا جا رہا تھا۔ خود یہودی بھی اقتدار پا کر اس کو ہٹا کر حرم کی پاکی و صفائی کی خدمت سے عہدہ برآ نہ ہو سکے تھے۔

حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ ذلت و توہین کے اس دیرینہ انبار کو خدا کے گھر سے اسی طرح ہٹا دیں جس طرح آپ نے ساکنانِ بیت المقدس کو صدیوں کی غلامی اور پیہم ظلم و تشدد سے نجات دلائی تھی۔ امیر المومنین آگے بڑھے اور فرمایا لوگو!

تم بھی اسی طرح کرو جس طرح میں کرتا ہوں اور اس کے بعد آپ مٹھیاں بھر بھر کر کوڑا اٹھانے لگے۔ اس سے آپ کا مقصد بیت المقدس کی تکریم و تطہیر کے ماسوا یہ ذہن نشین کرانا تھا کہ یہ عہد عہدِ طہارت اور عہدِ کرامت ہے۔

اچانک اللہ اکبر کی فلک شگاف آوازیں بلند ہوئیں۔ آپ نے دریافت فرمایا یہ کیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ کعب نے تکبیر پڑھی اس لئے سب نے تکبیر پڑھی۔ آپ نے فرمایا کعب کو بلاؤ کعب حاضر ہوئے اور عرض کیا، امیر المومنین! آج جو کام آپ کے ہاتھوں انجام پا رہا ہے اس کی پیشین گوئی پانچ سو سال پہلے اللہ کے ایک نبی نے کی تھی۔ آپ نے پوچھا وہ کیسے۔ کعب نے عرض کیا کہ رومیوں نے بنی اسرائیل کو تباہ و برباد کر کے یہاں تسلط پایا اور اس گھر کو دفن کر دیا۔ پھر اسرائیل کامیاب ہوئے لیکن یہ لوگ ابھی سنبھلنے نہ پائے تھے کہ اہلِ فارس کے ظلم و تشدد کا شکار ہو گئے اور ان کے بعد پھر رومی چھا گئے۔ اللہ تعالے نے کوڑے کے اس ڈھیر کے قریب ایک نبی کو بھیجا۔ اور اس نبی نے کہا اے اوری شلم تجھے بشارت ہو کہ ایک زمانہ میں فاروق تیرے پاس آئیں گے اور تجھ کو اس نجاست سے پاک کریں گے۔ اُن کے ہمراہ فرمانبرداروں کی فوج ہوگی۔ وہ فوج تیرا انتقام لے گی۔

یہودی پانچ سو سال سے طلوعِ اسلام اور فاروقِ اعظمؓ کی آمد کے منتظر تھے تاکہ اس مٹی کو اُٹھائیں اور لوگوں کو تطہیر بیت المقدس کی خدمت سے مشرف ہونے کا موقع دیں۔ اسلامی رواداری کی اس نعمتِ عظمٰی سے یہودی صرف نوے سال محروم رہے جبکہ ان پر صلیب پرستوں کا تسلط ہو گیا اور بیت المقدس پر پھر وہی اُفتاد پڑی۔ تاآنکہ مسلمانوں میں ایک اور عمر بن الخطاب جیسا مجاہدِ اعظم پیدا ہوا جس نے عدل و مساوات کی بنیادیں استوار کیں اور ایمانی رافت و شفقت کے وہ نمونے دکھائے کہ دنیا محوِ حیرت ہو گئی۔ صلاح الدین بن یوسف بن ایوبؒ! تجھ پر خدا کی رحمت نازل ہو۔

مگر آج جبکہ زمانہ مسلمانوں اور عربوں کے خلاف صف آرا ہے بنی اسرائیل مسلمانوں کی اعانت سے دست کش ہیں۔ آج یہ قوم مسلمانوں کی حمایت، رواداری اور حسنِ سلوک سے تیرہ سو سال تک مستفید رہنے کے بعد ناشکرگذاری پر تُلی ہوئی ہے اور فاروقِ اعظمؓ کی شفقت اور فیاضی کی پوری داستان کو نہ صرف بھلا چکی ہے بلکہ نیکی کا بدلہ بدی سے دے رہی ہے۔

جس قوم لسان کو مصائبِ آلام اور توہین و نکبت سے نجات دلائی تھی آج اسی کو مبتلائے مصائب کرنے کے لئے یہ ان ازلی دشمنوں سے ساز باز کر رہے ہیں جنھوں نے بیت المقدس کو گندگی اور نجاست کے ڈھیروں میں دفن کر دیا تھا اور دشمنی اس قوم سے ہو رہی ہے جس نے بیت المقدس کو ناپاکی اور غلاظت کے ڈھیر سے نکال کر پاک و مطہر کیا تھا۔ بتاؤ تم عربوں اور مسلمانوں سے کس چیز کا انتقام لے رہے ہو؟ یا اھل الکتاب ھل تنقمون منّا الا ان آمنا باللّٰہ وما انزل الینا وما انزل الیکم۔

(مترجمہ اخلاق احمد)